

میلاد النبی

(یہ تقریر ۳۰ مارچ ۱۹۷۷ء کو نشر گاہ لاہور سے نشر کی گئی تھی۔ اور باجائے آل انڈیا ریڈیو بہان پٹنہ کی جاتی ہے)

آج اس عظیم الشان انسان کا جنم دن ہے جو زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے رحمت بن کر آیا تھا اور وہ ہول اپنے ساتھ لایا تھا جن کی پیروی میں ہر فرد انسانی، ہر قوم و ملک، اور تمام نوع انسان کے لیے یکساں فلاح اور سلامتی ہے۔ یہ دن اگرچہ ہر سال آتا ہے، مگر اب کے سال یہ ایسے نازک موقع پر آیا ہے جب کہ زمین کے باشندے ہمیشہ سے بڑھ کر اُس دانائے کابل کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ معلوم نہیں ٹرینارڈ شانے اچھی طرح جان بوجھ کر کہا تھا یا بے جانے بوجھے، مگر جو کچھ انھوں نے کہا وہ بالکل سچ تھا کہ محمد اگر اس وقت دنیا کے ڈکٹیٹر ہوتے تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا۔ میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود نہ ہی، ان کے پیش کردہ ہول تو بے کم و کاست موجود ہیں، ان کے ہولوں کو بھی اگر ہم راستبازی کے ساتھ ڈکٹیٹریاں لیں تو وہ سامنے ہتھے ختم ہو سکتے ہیں جن کی آگ سے آج نسل آدم کا گھر جہنم بنا ہوا ہے۔

اب سے چودہ سو برس پہلے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قدم رکھا تھا اس وقت خود ان کا اپنا وطن اخلاقی لپٹی، بد نظمی اور بد امنی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ قرآن میں اس وقت کی حالت پر ان الفاظ کا تبصرہ کیا گیا ہے کہ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے جس سے خدا نے تمہیں بچایا۔ اس سے کچھ بہتر حالت دنیا کے دوسرے ملکوں کی نہ تھی۔ ایران اور مشرقی رومی سلطنت اس وقت انسانی تہذیب کے دو سب سے بڑے گہوارے تھے۔ اور ان دونوں کو ایک طرف آپس کی سیم لڑائی اور دوسری طرف خود اپنے گھر کے معاشرتی امتیازات، معاشی ناہمواری اور مذہبی جھگڑوں نے تباہ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں محمد صلی

اللہ علیہ وسلم اٹھے اور تیس برس کے اندر انھوں نے نہ صرف عرب کو بدل ڈالا بلکہ ان کی رہنمائی میں عرب سے جو تحریک اٹھی تھی اس نے ایک چوتھائی صدی کے اندر ہندوستان کی سرحدوں سے شمالی افریقہ تک دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اخلاق، تمدن، ہمیشہ، سیاست، غرض ہر شعبہ زندگی میں درست کر کے رکھ دیا۔ یہ اصلاح کیوں کہ ہوئی، ایک مختصر گفتگو میں اس کی ساری تفصیلات بیان کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کے موٹے موٹے اصول ہیں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

سب سے پہلی چیز جس پر انھوں نے زور دیا وہ یہ تھی کہ تمام انسان صرف خدائے واحد کو اپنا آقا، مالک، معبود اور حاکم تسلیم کریں، خدا کے سوا کسی کی بندگی قبول نہ کریں، اور صرف مذہب کے محدود دائرے ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے سارے معاملات میں تنہا خدا کے اقتدار اعلیٰ کے آگے جھک جائیں۔

اس کے ساتھ دوسری اہم چیز ان کی تعلیم میں یہ تھی کہ انسان کی مطلق العنانی اور غیر ذمہ داری کو بالکل ختم کر دیا جائے، ہر انسان فرداً فرداً اور انسانی جماعتیں، خواہ وہ خاندانوں اور قبیلوں کی شکل میں ہوں یا طبقات کی شکل میں، خواہ قوموں کی شکل میں ہوں یا ریاستوں اور حکومتوں کی شکل میں، بہر حال سب کے سب اپنے آپ کو خدا کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ سمجھیں۔ انھوں نے انسان کا تصویری یہ پیش کیا کہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ یا نائب ہے۔ اس کو جس قدر اور جس حیثیت میں بھی کچھ اختیارات حاصل ہیں دراصل وہ اس کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں بلکہ خدا کے دیے ہوئے ہیں اور ان کے استعمال میں وہ بالآخر خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

خدائی اقتدار اعلیٰ اور انسانی خلافت کی بنیاد پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نفع انسانی کے درمیان منصفانہ وحدت و اتفاق کا وہ رشتہ فراہم کیا جو کسی دوسرے ذریعہ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ نسل و نسب، زبان، رنگ، وطن، معاشی مفاد اور دوسری جتنی چیزیں سوسائٹی کی بنیاد بنتی ہیں وہ لازمی طور پر انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کا مقابل بنادیتی ہیں۔ ان میں اگر موافقت ہوتی بھی ہے تو اغراض کی بنا پر

ایک ناپائیدار عارضی موافقت ہوتی ہے۔ کٹکٹش اور جنگ اس تقسیم کی عین فطرت میں داخل ہے اور اس کا لازمی نتیجہ بے انصافی ہے، اس کو دور کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ تمام انسانوں کو خدا کی بندگی پر متحد کیا جائے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس پیدا کر کے انصاف پر آمادہ کیا جائے۔

قومیت و طبقات کے بجائے خدا کی بندگی اور خلافت کے تصور پر جس عالمگیر سماجی زندگی کی بنیاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اس کے ہر پہلو کو انھوں نے پائیدار اخلاقی اصولوں پر ڈھال دیا، ان کے اخلاقیات تارک الدنیا درویشوں کے لیے نہیں تھے بلکہ دنیا کا کام چلانے والے لوگوں کے لیے تھے۔ کسان زمیندار، مزدور، کارخانہ دار، تاجر، خریدار، پولیس مین، مجسٹریٹ، کلکٹر، جج، گورنر، سپاہی اور سپہ سالار، وزیر اور سفیر ہر ایک کو اس کے دائرہ عمل میں انھوں نے اخلاق کے ایسے ضابطوں سے باندھ دیا جس کی بندشوں کو کھولنا اور کسنا جس کے ہولوں کو بنانا اور بگاڑنا افراد یا راسے عام کی خواہشات پر منحصر نہیں تھا۔ انھوں نے معاشرت اور شخصی تعلقات کو، آرٹ اور ادب کو، کاروبار اور یس دین کو، سیاست اور انتظام ملکی کو، بین الاقوامی تعلقات اور صلح و جنگ کو، غرض انسانی زندگی کے سارے معاملات کو، اخلاق کا پابند بنایا اور جو چیز بھی انسانی زندگی سے تعلق رکھتی ہو اس کا یہ حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اخلاق کی بندشوں سے آزاد ہو کر نشوونما پائے۔

یہ وہ بڑے بڑے اصول تھے جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلاحی پروگرام بنی تھا۔ اس پروگرام کو عمل میں لانے کے لیے انھوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ انفرادی اصلاح سے شروع ہوتا تھا۔ ان کی نگاہ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اجتماعی اصلاح کے ہر نقشہ کا دار و مدار بالآخر افراد ہی پر جا کر ٹھیرتا ہے۔ کسی بہتر سے بہتر نظام کو بھی کمزور کیرکٹر اور ناقابل اعتماد سیرت کے لوگوں کو لے کر کامیابی کے ساتھ نہیں چلایا جاسکتا۔ افراد کی سیرت کی خامیوں سے ایک نظام کے عمل درآمد میں جو بختے اور شکاف پڑتے ہیں، انھیں کاغذ پر نہیں بھرا جاسکتا۔ کاغذ کی دنیا میں آپ مختلف ممکن خرابیوں کے سد باب کا جس قدر چاہیں خیالی انتظام کریں، لیکن عمل کی دنیا میں اس کاغذی نقشہ کو

چلانے کا انحصار جن افراد پر ہے وہ اگر خواہشات، اغراض اور تعصبات سے شکست کھا جانے والے لوگ ہوں، ان میں اگر سچا ایمان اور نچتہ کیرکٹ نہ ہو تو آپ کی ساری خیالی احتیاطوں کے باوجود اس نظام میں رخنہ پڑیں گے اور ایسی ایسی جگہوں سے پڑیں گے جہاں تک آپ کا تصور بھی نہ جاسکے گا۔ بخلاف اس کے کاغذ پر ایک نظام کو دیکھ کر آپ اس میں بہت رخنوں کا امکان ثابت کر سکتے ہیں، لیکن اس کو چلانے کے لیے اگر بھروسے کے قابل افراد موجود ہوں تو ان کا صحیح عمل ان سارے رخنوں کو بھر دے گا جن کے رونما ہونے کا امکان عالم خیال میں آپ کو نظر آتا ہو۔

اسی بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی ساری قوت ایسے افراد کو تیار کرنے پر صرف کی جو ان کے پروگرام کے مطابق بہترین طریقہ پر دنیا کی اصلاح کر سکتے ہوں۔ انھوں نے ایسے لوگ تیار کیے جو ہر حال میں خدا سے کد کب دی سہی بریزنے والے ہوں، جو اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو پیش نظر رکھنے والے ہوں، جو ہر کلمہ سڑک جانے والے ہوں جس کے متعلق انھیں خدا کی ناراضی کا اندیشہ ہو اور ہر اس کام میں دل و جان سے کوشش کرنے والے ہوں جس کے متعلق انھیں معلوم ہو جائے کہ خدا اس سے خوش ہوگا، جنھیں خدا کی خوشنودی پر اپنی کسی چیز کو قربان کرنے میں تامل نہ ہو، جن کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف کسی کی ہرمانی کا لالچ اور کسی کے انعام کی تمنا نہ ہو، جن کے لیے پبلک اور پرائیویٹ زندگی میں کوئی فرق نہ ہو، جو راز کے پردوں میں بھی اتنے ہی نیک، شریف، اور پرہیزگار ہوں جتنے پبلک میں منظر عام پر نظر آئیں، جن پر یہ بھروسہ کیا جاسکے کہ بندگان خدا کی جان، مال، آبرو و اگران کے چارج میں دیدی جائے تو خیانت کا رشتہ نہ ہوں گے، اپنی ذات یا اپنی قوم و حکومت کی طرف سے کوئی عہد کریں تو بے وفائے نہ بنیں گے، انصاف کی کرسی پر بٹھائے جائیں تو ظالم نہ پائے جائیں گے، بین دین کے بازار میں بیٹھیں تو بد معاملگی نہ کریں گے، حق مانگنے میں خواہ سست ہوں مگر حق ادا کرنے میں سست نہ ہوں گے، اور اپنی ذہانت، ہوشیاری، تدبیر اور قوت و قابلیت کو راستی اور انصاف کے لیے اور انسانیت کی فلاح کے لیے استعمال کریں گے نہ کہ شخصی یا قومی اغراض کی خاطر دوسروں کو بے وقوف بنانے

اور دوسروں کے حق تلف کرنے کے لیے۔

کامل پندرہ سال ایسے افراد کی تیاری میں صرف کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حق پرستوں کی ایک ٹٹھی بھر جماعت تیار کی، جو صرف عرب کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کی اصلاح کے لیے سچا غم رکھتی تھی اور جس میں عرب کے علاوہ دوسری قوموں کے بھی افراد شامل تھے۔ اس جماعت کو منظم کرنے کے بعد انھوں نے وسیع پیمانہ پر سماج کی اصلاح کے لیے عملی جدوجہد شروع کی اور صرف آٹھ برس میں پندرہ لاکھ مربع میل پھیلی ہوئی سرزمین عرب کے اندر مکمل اخلاقی، معاشی، تمدنی اور سیاسی انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ پھر وہی جماعت جسے انھوں نے منظم کیا تھا عرب کی اصلاح سے فارغ ہو کر آگے بڑھی اور اس نے اس زمانہ کی ہندو دنیا کے بیشتر حصے کو اس انقلاب کی برکتوں سے مالا مال کر دیا جو عرب میں رونما ہوا تھا۔

آج ہم نئے نظام نئے نظام (نیو آڈر) کی آوازیں ہر طرف سے سُن رہے ہیں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جن بنیادی خرابیوں نے پُرانے نظام کو آخر کار فتنہ بنا کر چھوڑا وہی اگر صورت بدل کر کسی نئے نظام میں بھی موجود ہوں تو وہ نیا نظام ہوا کب۔ وہ تو وہی پرانا نظام ہو گا جس کے کاٹنے اور ڈسنے سے جاں بلب ہو جانے کے بعد ہم نئے نظام کا تریاق مانگ رہے ہیں۔ انسانی اقتدار اعلیٰ، خدا سے بے نیازی و بے خوفی، قومی و نسلی امتیازات، ملکوں اور قوموں اور طبقوں کی سیاسی و معاشی خود غرضیاں، اور نا خدا تر افراد کا دنیا میں برسر اقتدار ہونا، یہ ہیں وہ اصلی خرابیاں جو اس وقت تک نوع انسانی کو تباہ کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی گریہ جاری زندگی کا نظام انہی خرابیوں کا شکار رہا تو یہ ہمیں تباہ کرتی رہیں گی۔ اصلاح اگر ہو سکتی ہے تو انہی اصولوں پر ہو سکتی ہے جن کی طرف انسانیت کے ایک سچے ہی خواہ نے اب سے صدیوں پہلے ہماری محض رہنمائی ہی نہ کی تھی بلکہ عطا اصلاح کر کے دکھا دی تھی۔